

(اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں سے انتخاب)

# چنگاریاں

نیشنل بک سینٹر انعام یافتہ برائے مصوری ۷۳ء

انتخاب: محمود الرحمٰن

تصاویر: ناہید جعفری

# میرا خدا میرے ساتھ ہے

ہے ہمیشہ مری خدا پہ نظر　　رات ہو دن ہو شام ہو کہ سحر
نہ اجالے میں ہے کسی کا ڈر　　نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شام کا وقت یا سویرا ہو　　چاندنی ہو کہ گھپ اندھیرا ہو
سینہ نے آندھی نے مجھ کو گھیرا ہو　　لیک پرھول دل نہ میرا ہو
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جبکہ طوفان کا ہو سناٹا　　سخت اندھیاؤ کا چلے جھونکا
جڑ سے پیڑوں کو دے اکھیڑ ہوا　　میرے دل میں نہ خوف ہو اصلا
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ٹوٹ کر آسمان سے تارے　　شب کو گرتے ہیں جیسے انگارے
وہم کرتے ہیں لوگ بے چارے　　میں نہ گھبراؤں خوف کے مارے
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

چاند سورج کا دیکھ کر گہنا　　میرے ہمجولیوں کو ہے کھٹکا
لوگ کرتے ہیں خوف کا چرچا　　پر مجھے اس کی کچھ نہیں پروا
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو دم‌دار      دم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہے انار
سب پہ طاری ہوں خوف کے آثار      میرے بھاویں مگر نہ ہو زنہار
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

میرے رستہ میں ہو اگر میداں      یا پرانا کوئی کھنڈر سنسان
کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستاں      نہ خطا ہوں وہاں مرے اوساں
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ہو بیابان میں گزر میرا      یا سمندر پہ ہو سفر میرا
دور رہ جائے مجھ سے گھر میرا      رہے پھر بھی قوی جگر میرا
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی      اور ہاتھی ڈباؤ ہو پانی
پار کھیوا نہ ہو بآسانی      مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

لشکروں کی جہاں چڑھائی ہو      شہ سواروں نے باگ اٹھائی ہو
اور گھمسان کی لڑائی ہو      واں بھی ہیبت نہ مجھ پہ چھائی ہو
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

# ایک جگنو اور بچہ

سناؤں تمہیں بات اک رات کی کہ وہ رات اندھیری تھی برسات کی
چمکنے سے جگنو کے تھا اک سماں ہوا پر اڑیں جیسے چنگاریاں
پڑی ایک بچے کی ان پر نظر پکڑھی لیا ایک کو دوڑ کر
چمک‌دار کیڑا جو بھایا اسے تو ٹوپی میں جھٹ پٹ چھپایا اسے
وہ جھم جھم چمکتا ادھر سے ادھر پھرا کوئی رستہ نہ پایا مگر
تو غمگین قیدی نے کی التجا کہ چھوٹے شکاری ! مجھے کر رہا

جگنو

خدا کے لئے چھوڑ دے چھوڑ دے مری قید کے جال کو توڑ دے

بچہ

کروں گا نہ آزاد اس وقت تک کہ میں دیکھ لوں دن میں تیری چمک

جگنو

چمک میری دن میں نہ دیکھو گے تم اجالے میں ہو جائے گی وہ تو گم

بچہ

ارے چھوٹے کیڑے نہ دے دم مجھے کہ ہے واقفیت ابھی کم مجھے
اجالے میں دن کے کھلے گا یہ حال کہ اتنے سے کیڑے میں ہے کیا کمال
دھواں ہے نہ شعلہ نہ گرمی نہ آنچ چمکنے کی تیرے کروں گا میں جانچ

جگنو

یہ قدرت کی کاریگری ہے جناب کہ ذرہ کو چمکائے جوں آفتاب
مجھے دی ہے اس واسطے یہ چمک کہ تم دیکھ کر مجھ کو جاؤ ٹھٹک
نہ الڑھپنے سے کرو پائمال
سنھبل کر چلو آدمی کی سی چال



# دال کی فریاد

ایک لڑکی بگھارتی ہے دال    دال کرتی ہے عرض یوں احوال
ایک دن تھا ہری بھری تھی میں    ساری آفات سے بری تھی میں
تھا ہرا کھیت میرا گہوارہ    وہ وطن تھا مجھے بہت پیارا
پانی پی پی کے تھی میں لہراتی    دھوپ لیتی کبھی ہوا کھاتی
مینھ برستا تھا جھونکے آتے تھے    گودیوں میں مجھے کھلاتے تھے
یہی سورج زمیں تھے ماں باوا    مجھ سے کرتے تھے نیک برتاوا
جب کیا مجھ کو پال پوس بڑا    آہ ظالم کسان آن پڑا
گئی تقدیر یک بیک جو پلٹ    کھیت کا کھیت کردیا تلپٹ
خوب لوٹا دھڑی دھڑی کرکے    مجھ کو گونوں میں لے گئے بھر کے
ہوگئی دم کے دم میں بربادی    چھن گئی ہائے میری آزادی
کیا بتاؤں کہاں کہاں کھینچا    دال منڈی میں مجھ کو جا بیچا
ایک ظالم سے واں پڑا پالا    جس نے چکی میں مجھ کو دل ڈالا
ہوا تقدیر کا لکھا پورا    دونوں پاٹوں نے کردیا چورا
نہ سنی میری آہ اور زاری    خوب بنئے نے کی خریداری
چھانا چھلنی میں چھاج میں پھٹکا    قید خانہ میرا بنا مٹکا
پھر مقدر مجھے یہاں لایا    تم نے تو اور بھی غضب ڈھایا
کھال کھینچی الگ کئے چھلکے    زخم کیوں کر ہرے نہ ہوں دل کے
ڈالیں مرچیں نمک لگایا خوب    رکھ کے چولہے پہ جی جلایا خوب
اس پہ کفگیر کے ٹھوکے ہیں    اور ناخن کے بھی کچوکے ہیں

میرے گلنے کی لے رہی ہو خبر دانت ہے آپ کا مرے اوپر
گرم گھی کر کے مجھ کو داغ دیا ھائے تم نے بھی کچھ نہ رحم کیا
ھاتھ دھو کر پڑی ہو پیچھے تم جان پر آبنی حواس ھیں گم
اچھی بی بی تمہیں کرو انصاف ظلم ہے یا نہیں (قصور معاف)

## لڑکی کا جواب

کہا لڑکی نے میری پیاری دال مجھ کو معلوم ہے ترا سب حال
تو اگر کھیت سے نہیں آتی خاک میں مل کے خاک ھو جاتی
یا کوئی گائے بھینس چرلیتی پیٹ میں اپنے تجھ کو بھر لیتی
میں تو رتبہ ترا بڑھاتی ھوں اب چپاتی سے تجھ کو کھاتی ھوں
نہ ستانا نہ جی جلانا تھا یوں تجھے آدمی بنانا تھا
اگلی بیتی کا تو نہ کر کچھ غم
مہربانی تھی سب نہ تھا یہ ستم

# برسات

وہ دیکھو اٹھی کالی کالی گھٹا ہے چاروں طرف چھانے والی گھٹا

گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی ہوا میں بھی اک سنسناہٹ ہوئی

گھٹا آن کر مینہ جو برسا گئی تو بے جان مٹی میں جان آگئی

زمیں سبزے سے لہلہانے لگی کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی

جڑی بوٹیاں پیڑ آئے نکل عجب بیل پتے عجب پھول پھل

ہر اک پیڑ کا اک نیا ڈھنگ ہے ہر اک پھول کا اک نیا رنگ ہے

یہ دو دن میں کیا ماجرا ہوگیا کہ جنگل کا جنگل ہرا ہوگیا

جہاں کل تھا میدان چٹیل پڑا وہاں آج ہے گھاس کا بن کھڑا

ہزاروں پھدکنے لگے جانور
نکل آئے گویا کہ مٹی کے پر

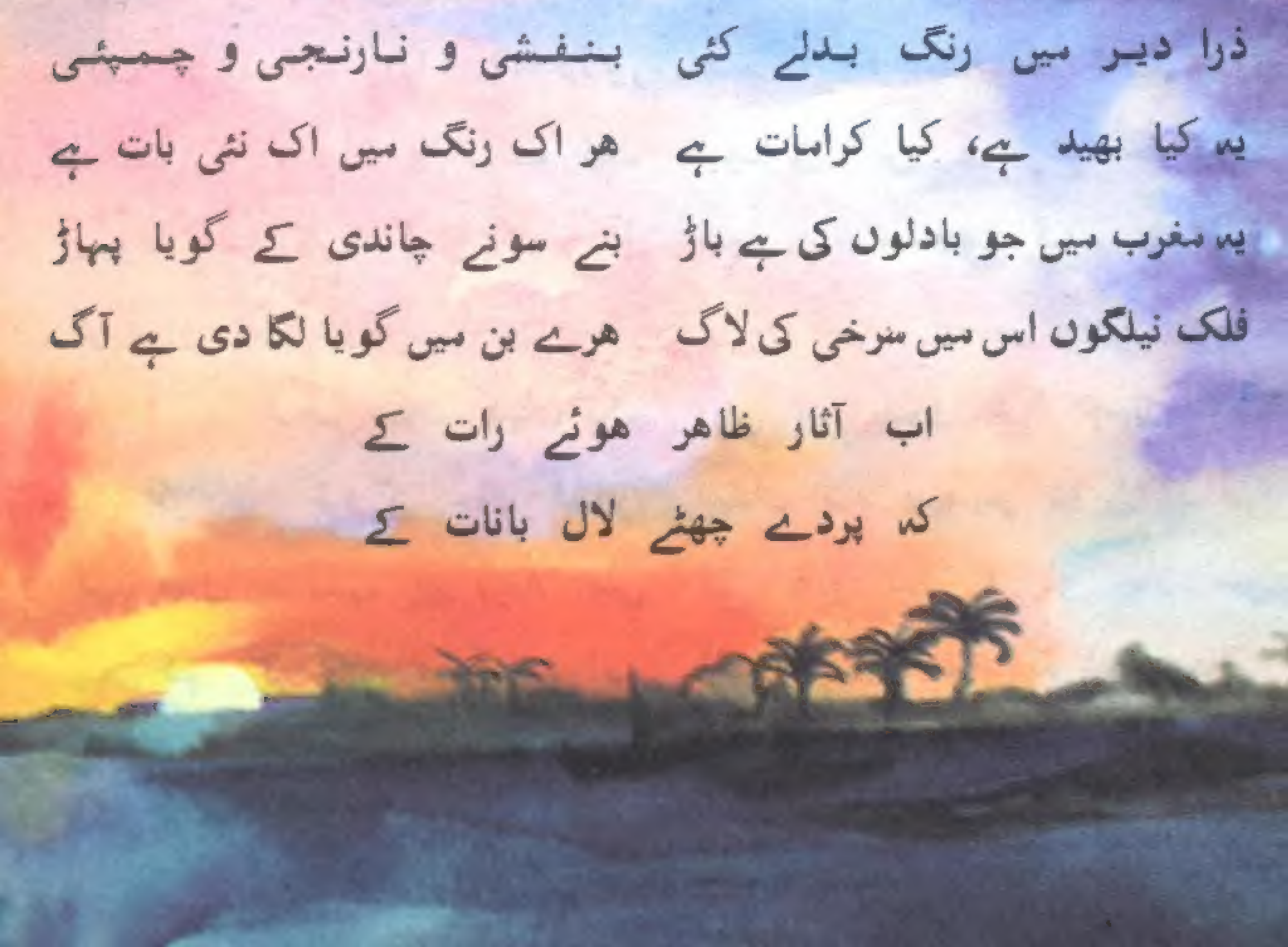


# شفق

شفق پھولنے کی بھی دیکھو بہار
ہوا میں کھلا ہے عجب لالہ زار

ہوئی شام بادل بدلتے ہیں رنگ — جنہیں دیکھ کر عقل ہوتی ہے دنگ
نیا رنگ ہے اور نیا روپ ہے — ہر اک روپ میں یہ وہی دھوپ ہے
طبیعت ہے بادل کی رنگت پہ لوٹ — سنہری لگائی ہے قدرت نے گوٹ
ذرا دیر میں رنگ بدلے کئی — بنفشی و نارنجی و چمپئی
یہ کیا بھید ہے، کیا کرامات ہے — ہر اک رنگ میں اک نئی بات ہے
یہ مغرب میں جو بادلوں کی ہے باڑ — بنے سونے چاندی کے گویا پہاڑ
فلک نیلگوں اس میں سرخی کی لاگ — ہرے بن میں گویا لگا دی ہے آگ

اب آثار ظاہر ہوئے رات کے
کہ پردے چھٹے لال بانات کے



# بارش کا پہلا قطرہ

گھنگھور گھٹا تلی کھڑی تھی پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا میں اور کی گوں نہ آپ جوگا
کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس اپنا ھی کروں گا ستیاناس
آتی ہے برسنے سے مجھے شرم مٹی پتھر تمام ھیں گرم
خالی ھاتھوں سے کیا سخاوت پھیکی باتوں میں کیا حلاوت
کس برتے پہ میں کروں دلیری میں کون ہوں، کیا بساط میری
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم سرگوشیاں ھو رہی تھیں باھم
کھچڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی
اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور ھمت کے محیط کا شناور
فیاض و جواد و نیک نیت بھڑکی اس کی رگِ حمیت
بولا للکار کر کہ آؤ میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
کر گزرو جو ھوسکے کچھ احسان ڈالو مردہ زمین میں جان
یارو! یہ ھچر مچر کہاں تک اپنی سی کرو بنے جہاں تک
مل کر جو کروگے جاں فشانی میدان پہ پھیر دوگے پانی
کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں آتے ھو تو آؤ لو چلا میں
یہ کہہ کے وہ ھوگیا روانہ "دشوار ہے جی پہ کھیل جانا"

ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت کی اس نے مگر بڑی شجاعت
دیکھی جرأت جو اس سخی کی دو چار نے اور پیروی کی
پھر ایک کے بعد ایک لپکا قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا
آخر قطروں کا بندھ گیا تار بارش لگی ہونے موسلا دھار
پانی پانی ہوا بیاباں سیراب ہوئے چمن خیاباں
تھی قحط سے پائمال خلقت اس مینہ سے ہوئی نہال خلقت
جرأت قطرہ کی کرگئی کام باقی ہے جہاں میں آج تک نام
اے صاحبو! قوم کی خبر لو قطروں کا سا اتفاق کر لو

قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری
چل نکلیں گی کشتیاں تمہاری

# مور اور کلنگ

دم مور نے پھول کر دکھائی    اور بولا کلنگ سے کہ بھائی
کیا خوب ہیں نقش، اور کیا رنگ    دنیا مجھے دیکھ کر ہوئی دنگ
میری سی کہاں ہے آپ کی دم    کرسکتے نہیں مقابلہ تم
بولا اس سے کلنگ ہنس کر    ہاں، لاجواب ہیں آپ کے پر
لیکن نہیں کچھ بھی کام آتے    بچوں ہی کے دل کو ہیں لبھاتے
اڑنے نہیں دیتی دم تمہاری    لیتے ہیں پکڑ تمہیں شکاری
یہ کہہ کے، پروں کو پھٹپھٹا کے    بولا، اونچا ہوا پہ جاکے
آؤ، کریں آسمان کا پھیرا    کچھ دم ہے تو ساتھ دو نہ میرا
منہ اپنا سا لے کے رہ گیا مور    تھا اس میں کہاں اڑان کا زور
بھاتا ہے جنہیں نرا دکھاوا    وہ لوگ ہیں مور کے بھی باوا
بس ان کو ہے ٹیپ ٹاپ کی دھن    شیخی کے سوا نہیں کوئی گن

دیکھیں کسے یاد ہے زبانی
مور اور کلنگ کی کہانی



# پن چکی

نہر پر چل رہی ہے پن‌چکی دھن کی پوری ہے کام کی پکی
بیٹھتی تو نہیں کبھی تھک کر تیرے پہئیے کو ہے سدا چکر
پیسنے میں لگی نہیں کچھ دیر تو نے جھٹ پٹ لگا دیا اک ڈھیر
لوگ لے جائیں گے سمیٹ سمیٹ تیرا آٹا بھرے گا کتنے پیٹ
بھر کے لاتے ہیں گاڑیوں میں اناج شہر کے شہر ہیں تیرے محتاج
تو بڑے کام کی ہے اے چکی! کام کو کر رہی ہے طے چکی
ختم تیرا سفر نہیں ہوتا نہیں ہوتا مگر نہیں ہوتا
پانی ہر وقت بہتا ہے ڈھل ڈھل جو گھماتا ہے آکے تیری کل
کیا تجھے چین ہی نہیں آتا کام جب تک نبڑ نہیں جاتا
مینہ برستا ہو یا چلے آندھی! تو نے چلنے کی شرط ہے باندھی
تو بڑے کام کی ہے اے چکی مجھ کو بھاتی ہے تیری لے چکی!
علم سیکھو! سبق پڑھو بچو! اور آگے چلو، بڑھو بچو!
کھیلنے کودنے کا مت لو نام کام جب تک کہ ہو نہ جائے تمام
جب نبڑ جائے کام تب ہے مزا کھیلنے کھانے اور سونے کا
دل سے محنت کرو خوشی کے ساتھ نہ کہ اکتا کے خامشی کے ساتھ

دیکھ لو چل رہی ہے پن‌چکی
دھن کی پوری ہے کام کی پکی

# عجیب چڑیا

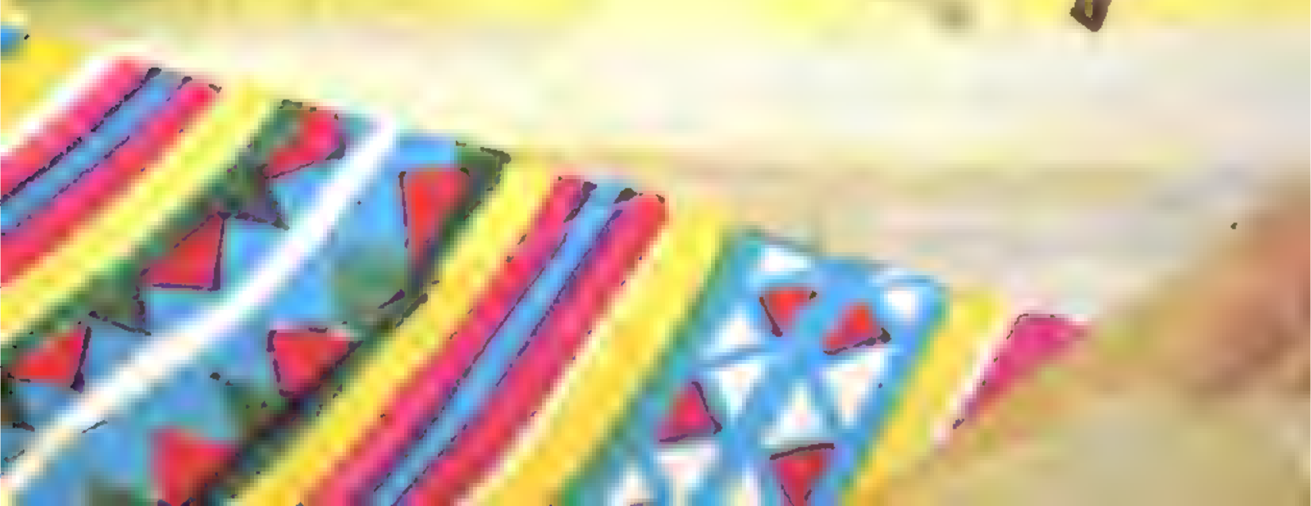
چڑیا ہم نے عجیب پالی زنجیر اس کے گلے میں ڈالی
دن رات ہو شام یا سویرا لیتی ہے وہ جیب میں بسیرا
چڑیا سے بھی قد ہے اس کا چھوٹا ہے اس کا بدن تمام پوٹا
پوٹے پہ جو غور سے نظر کی پوٹا نہیں پوٹ ہے ہنر کی
گویا ہے، اگرچہ بے زباں ہے ناداں ہے مگر حساب داں ہے
دانہ پانی نہیں وہ کھاتی ہر دم ہے خوشی سے چہچہاتی
دن رات میں چھیڑ دو کسی آن یہ چھیڑ ہے اس کے جسم کی جان
جب تک جیتی ہے جاگتی ہے لو کام تو چیز کام کی ہے
کہتی ہے کہ وقت کی خبر لو جو کچھ کرنا ہے جلد کرلو
غفلت کیجے تو ٹوکتی ہے عجلت کیجے تو روکتی ہے
اس طور سے کرتی ہے گزارہ انڈے دیتی ہے دن میں بارہ
پھر اتنے ہی رات کو ہے دیتی دیتے ہی ہر ایک کو ہے سیتی
انڈے ہیں تمام اس کے سچے ایک ایک سے نکلے ساٹھ بچے
ہر بچے نے آگلے ساٹھ دانے ہر دانہ میں ہیں بھرے خزانے
جو دانہ گرا سو ہوگیا گم ڈھونڈا کرو پھر نہ پاؤگے تم
دانہ کی بتاؤں کیا میں قیمت دانا سمجھیں اسے غنیمت
جس نے اسے پالیا کہا واہ ! کیا بات ہے تیری بارک اللہ !
سچ سچ تو لعل بے بہا ہے گویا ہر درد کی دوا ہے
القصہ ہے وہ عجیب پرندہ
مردہ اسے کہہ سکیں نہ زندہ

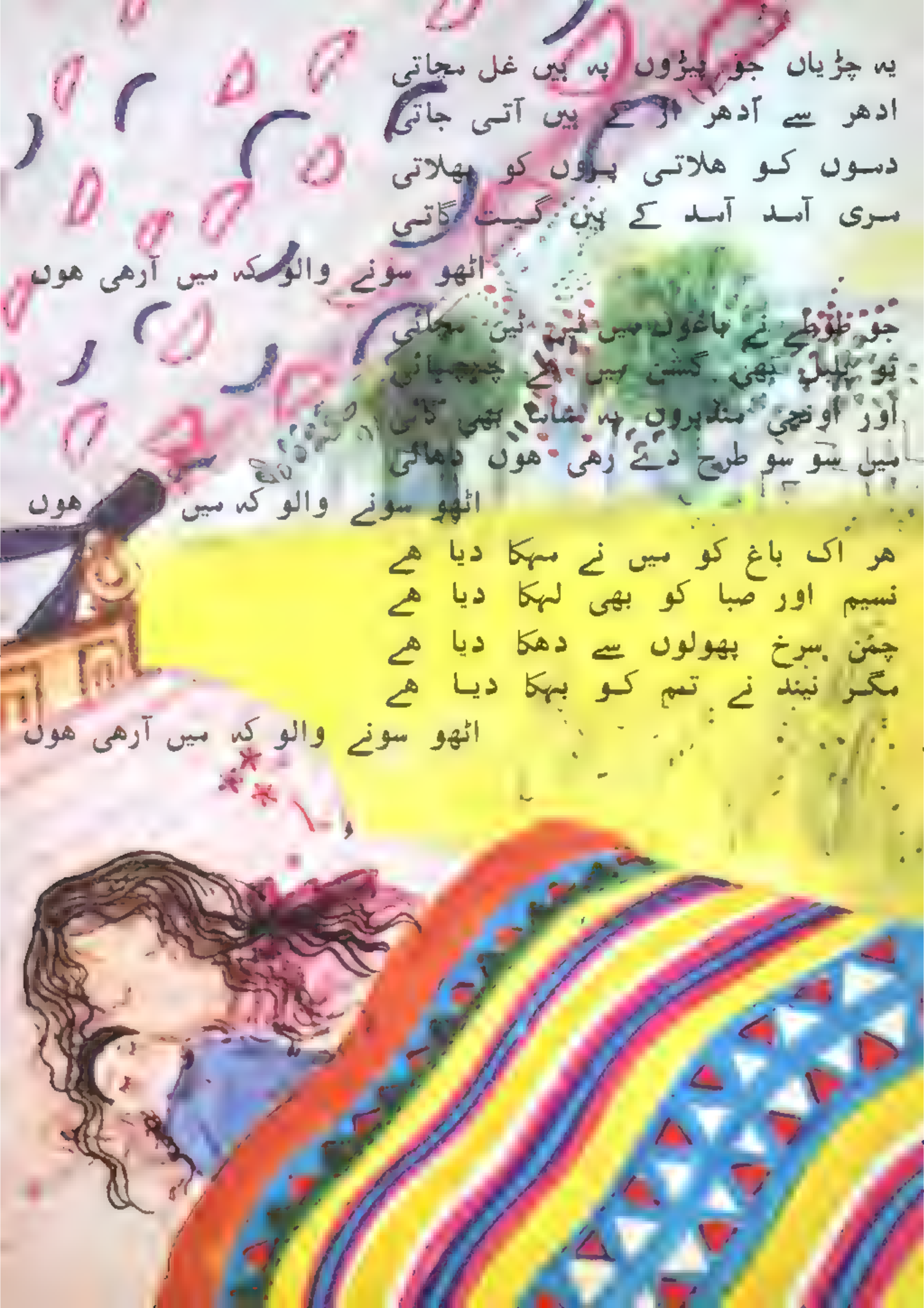
# صبح کی آمد

خبر دن کے آنے کی میں لا رہی ہوں
اجالا زمانے میں پھیلا رہی ہوں
بہار اپنی مشرق سے دکھلا رہی ہوں
پکارے گلے صاف چلا رہی ہوں
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

میں سب کار بہوار کے ساتھ آئی
میں رفتار و گفتار کے ساتھ آئی
باجوں کی جھنکار کے ساتھ آئی
چڑیوں کی چہکار کے ساتھ آئی
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

اذاں پر اذاں مرغ دینے لگا ہے
خوشی سے ہر اک جانور بولتا ہے
درختوں کے اوپر عجب چہچہا ہے
سہانا ہے وقت اور ٹھنڈی ہوا ہے
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں





یہ چڑیاں جو پیڑوں پہ ہیں غل مچاتی
ادھر سے آدھر اڑ کے ہیں آتی جاتی
دسوں کو ہلاتی پروں کو پھلاتی
مری آمد آمد کے ہیں گیت گاتی
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

جو طوطے نے باغوں میں ٹیں ٹیں مچائی
تو بلبل بھی گلشن میں ہے چہچہائی
اور اونچی منڈیروں پہ شاما بھی گائی
میں سو سو طرح دے رہی ہوں دہائی
اٹھو سونے والو کہ میں ... ہوں

ہر اک باغ کو میں نے مہکا دیا ھے
نسیم اور صبا کو بھی لہکا دیا ھے
چمن سرخ پھولوں سے دھکا دیا ھے
مگر نیند نے تم کو بہکا دیا ھے
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

ہوئی مجھ سے رونق پہاڑ اور بن میں
ہر اک ملک میں دیس میں ہر وطن میں
کھلاتی ہوئی پھول آئی چمن میں
بجھاتی چلی شمع کو انجمن میں
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

جو اس وقت جنگل میں بوٹی جڑی ہے
سو وہ نولکھا ہار پہنے کھڑی ہے
کہ پچھلے کی ٹھنڈک سے شبنم پڑی ہے
عجب یہ سماں ہے عجب یہ گھڑی ہے
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

ہرن چونک اٹھے چوکڑی بھر رہے ہیں
کلولیں ہرے کھیت میں کر رہے ہیں
ندی کے کنارے کھڑے چر رہے ہیں
غرض میرے جلوہ پہ سب مر رہے ہیں
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

میں تاروں کی چھاں آن پہنچی یہاں تک
زمیں سے ہے جلوہ مرا آسماں تک
مجھے پاؤگے دیکھتے ہو جہاں تک
کرو گے بھلا کاہلی تم کہاں تک
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

پوجاری کو مندر کے میں نے جگایا
موذن کو مسجد کے میں نے جگایا
بھٹکتے مسافر کو رستہ بتایا
اندھیرا گھٹایا، اجالا بڑھایا
اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں

لدے قافلوں کے بھی منزل میں ڈیرے
کسانوں کے ھل چل پڑے منہ اندھیرے
چلے جال کندھے پہ لے کر مچھیرے
دلدر ھوئے دور آنے سے میرے
اٹھو سونے والو کہ میں آرھی ہوں

بگل اور طنبور سنکھ اور نوبت
بجانے لگے اپنی اپنی سبھی گت
چلی توپ بھی دن سے حضرت سلامت
نہیں خوب غفلت، نہیں خوب غفلت
اٹھو سونے والو کہ میں آرھی ہوں

لو ھشیار ھو جاؤ اور آنکھ کھولو
نہ لو کروٹیں اور نہ بستر ٹٹولو
خدا کو کرو یاد اور منہ سے بولو
بس اب خیر سے اٹھ کے منہ ھاتھ دھولو
اٹھو سونے والو کہ میں آرھی ہوں

بڑی دھوم سے آئی میری سواری
جہاں میں ھوا اب مرا حکم جاری
ستارے چھپے رات اندھیری سدھاری
دکھائی دئیے باغ اور کھیت کیاری
اٹھو سونے والو کہ میں آرھی ہوں

میں پورب سے پچھم پہ کرتی ہوں دھاوا
زمیں کے کرہ پر لگاتی ھوں کاوا
میں طے کرکے آئی ھوں چین اور جاوہ
نہیں کہتی کچھ تم سے اس کے علاوہ
اٹھو سونے والو کہ میں آرھی ہوں

# اونٹ

اونٹ تو ہے بس حلیم و خوش خصال　　تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال
تیری پیدایش رفاہ عام ہے　　آدمی کے حق میں اک انعام ہے
کھانے کپڑے کا بھی تجھ پر ہے مدار　　تو نے دی ہے اس کو تیزی مستعار
لق و دق صحرا میں یا میدان میں　　یا عرب کے گرم ریگستان میں
سایہ افگن ہے نہ واں کوئی چٹان　　سرد پانی کا نہ دریا کا نشان
چلچلاتی دھوپ ہے اور چپ ہوا　　واں پرندہ بھی نہیں پر مارتا
تو وہاں کے مرحلے کرتا ہے طے　　دن بدن اور ہفتہ ہفتہ پے بہ پے
قیمتی اشیا ہیں تیری پشت پر　　تاجروں کا ریشم اور شاہوں کا زر
تودہ تودہ تیرے اوپر لد رہا　　ہے بھرا گویا جہازِ پر بہا
چند ہفتے جب کہ جاتے ہیں گزر　　اور تھکا دیتا ہے راکب کو سفر
اونٹ، گھبراتا نہیں تو بار سے　　دیکھتا ہے اس کی جانب پیار سے
گویا کہتا ہے کہ اے میرے سوار　　ایک دن تو اور بھی ہمت نہ ہار
ہاں نہ بیدل ہو نہ رستے میں ٹھٹک　　صاف سرچشمہ ہے آگے دھر لپک
مجھ کو آتی ہے ہوا سے بوئے آب　　نا امیدی سے نہ کر تو اضطراب
اونٹ تو کرتا ہے اس کی رہبری　　یوں بنا دیتا ہے راکب کو جری
آخرش منزل پہ پہنچاتا ہے تو　　اور سوکھے خار و خس کھاتا ہے تو
صبر سے کرتا ہے طے راہِ دراز　　سچ کہا ہے تو ہے خشکی کا جہاز

الغرض تو ہے حلیم و خوش خصال
تربیت میں چھوٹے بچوں کی مثال



# ہماری گائے

رب کا شکر ادا کر بھائی　　جس نے ہماری گائے بنائی
اس مالک کو کیوں نہ پکاریں　　جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں
خاک کو اس نے سبزہ بنایا　　سبزہ کو پھر گائے نے کھایا
کل جو گھاس چری تھی بن میں　　دودھ بنی اب گائے کے تھن میں
سبحان اللہ دودھ ہے کیسا　　تازہ گرم سفید اور میٹھا
دودھ میں بھیگی روٹی میری　　اس کے کرم نے بخشی سیری
دودھ دھی اور مٹھا مسکا　　دے نہ خدا تو کس کے بس کا
گائے کو دی کیا اچھی صورت　　خوبی کی ہے گویا مورت
دانہ دنکا بھوسی چوکر　　کھالیتی ہے سب خوش ہوکر
کھاکر تنکے اور ٹھٹیرے　　دودھ ہے دیتی شام سویرے
کیا ہی غریب اور کیسی پیاری　　صبح ہوئی جنگل کو سدھاری
سبزہ سے میدان ہرا ہے　　جھیل میں پانی صاف بھرا ہے
پانی موجیں مار رہا ہے　　چرواہا چمکار رہا ہے
پانی پی کر چارہ چر کر　　شام کو آئی اپنے گھر پر
دوری میں جو دن ہے کاٹا　　بچہ کو کس پیار سے چاٹا
گائے ہمارے حق میں ہے نعمت　　دودھ ہے دیتی کھا کے بنسپت
بچھڑے اس کے بیل بنائے　　جو کھیتی کے کام میں آئے

رب کی حمد و ثنا کر بھائی
جس نے ہماری گائے بنائی

# گرمی کا موسم

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینا
بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایا
چلی لو اور تڑاقے کی پڑی دھوپ لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ
زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے
درو دیوار ہیں گرمی سے تپتے بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے
پرندے اڑکے ہیں پانی پہ گرتے چرندے بھی ہیں گھبرائے سے پھرتے
درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں مگر ڈوبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں
نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی
نہ پنکھا ہے، نہ ٹٹی ہے، نہ کمرہ ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ
امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی

# رات

گیا دن ہوئی شام آئی ہے رات      خدا نے عجب شے بنائی ہے رات
نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا      اٹھائے مزہ دن کا انسان کیا
ہوئی رات خلقت چھٹی کام سے      خموشی سی چھائی سرِ شام سے
لگے ہونے اب ہاٹ بازار بند      زمانے کے سب کار بہوار بند
مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر      سرِ شام منزل پہ کھولی کمر
درختوں کے پتے بھی چپ ہوگئے      ہوا تھم گئی پیڑ بھی سو گئے
اندھیرا اجالے پہ غالب ہوا      ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا
ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ      ہوا سب کو محنت سے حاصل فراغ
کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر      کہ گھر میں کرے چین سے شب بسر
تھپک کر سلایا اسے نیند نے      تردّد بھلایا اسے نیند نے
غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں      مشقت سے جن کے بدن چور ہیں
وہ دن بھر کی محنت کے مارے ہوئے      وہ ماندے تھکے اور ہارے ہوئے
نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر      ہوئے بال بچے بھی خوش دیکھ کر
گئے بھول سب کام دھندے کا غم      سویرے کو اٹھیں گے اب تازہ دم

کہاں چین یہ بادشہ کو نصیب
کہ جس بے غمی سے ہیں سوتے غریب

# کچھوا اور خرگوش

ایک کچھوے کے آگئی جی میں
کیجئے سیر و گشت خشکی میں

جارہا تھا چلا ہوا خاموش
اس سے ناحق الجھ پڑا خرگوش

میاں کچھوے! تمہاری چال ہے یہ
یا کوئی شامت اور وبال ہے یہ

یوں قدم پھونک پھونک دھرتے ہو
گویا اتو زمیں پہ کرتے ہو

کیوں ہوئے چل کے مفت میں بدنام
بے چلے کیا اٹک رہا تھا کام

تم کو یہ حوصلہ نہ کرنا تھا
چلو پانی میں ڈوب مرنا تھا

یہ تن و توش اور یہ رفتار
ایسی رفتار پر خدا کی مار

بولا کچھوا کہ ہوں خفا نہ حضور
میں تو ہوں آپ معترف بہ قصور

اگر آہستگی ہے جرم و گناہ
تو میں خود اپنے جرم کا ہوں گواہ

مجھ کو جو سخت و سست فرمایا
آپ نے سب درست فرمایا

مجھ کو غافل مگر نہ جانئے گا
بندہ پرور برا نہ مانئے گا

یوں زبانی جواب تو کیا دوں
شرط بد کر چلو تو دکھلا دوں

تم تو ہو آفتاب میں ذرہ
پر مٹادوں گا آپ کا غرہ

سن کے خرگوش نے یہ تلخ جواب
کہا کچھوے سے یوں زروئے عتاب

تو کرے میری ہمسری کا خیال
تیری یہ تاب یہ سکت یہ مجال

چیونٹی کے جو پر نکل آئے
تو یقیں ہے کہ اب اجل آئے

ارے بے باک، بدزبان، منہ پھٹ
تونے دیکھی کہاں ہے دوڑ جھپٹ

جب میں تیزی سے جست کرتا ہوں
شہسواروں کو پست کرتا ہوں

گرد کو میری باد پا نہ لگے
لاکھ دوڑے مرا پتہ نہ لگے

ریل ہوں، برق ہوں، چھلاوا ہوں
میں چھلاوے کا بلکہ باوا ہوں

تیری میری نبھیگی صحبت کیا
آسماں کو زمیں سے نسبت کیا

جس نے بھگتے ہوں ترکی و تازی
ایسے مریل سے کیا بدے بازی

بات کو اب زیادہ کیا دوں طول
خیر کرتا ہوں تیری شرط قبول

ہے مناسب کہ امتحاں ہو جائے
تاکہ عیب وہنر عیاں ہو جائے

الغرض اک مقام ٹھیرا کر
ہوئے دونوں حریف گرم سفر

بسکہ زوروں پہ تھا چڑھا خرگوش
تیزی پھرتی سے یوں بڑھا خرگوش

جس طرح جائے توپ کا گولا
یا گرے آسمان سے اولا

ایک دو کھیت چوکڑی بھر کے
اپنی چستی پہ آفریں کرکے

کسی گوشے میں سوگیا جاکر
"فکر کیا ہے چلیں گے مستا کر"

اور کچھوا غریب آہستہ
چلا سینے کو خاک پر گھستا

سوئی گھنٹے کی جیسے چلتی ہے
یا بتدریج چھاؤں ڈھلتی ہے

یوں ہی چلتا رہا بہ استقلال
نہ کیا کچھ ادھر آدھر کا خیال

کام کرتا رہا جو پے درپے
کرگیا رفتہ رفتہ منزل طے

حیف! خرگوش رہ گیا سوتا
ثمرہ غفلت کا اور کیا ہوتا

جب کھلی آنکھ تو سویرا تھا
سخت شرمندگی نے گھیرا تھا

صبر و محنت میں ہے سرافرازی
سست کچھوے نے جیت لی بازی

نہیں قصہ یہ دل لگی کے لئے
بلکہ عبرت ہے آدمی کے لئے

ہے سخن اس حجاب میں روپوش
ورنہ کچھوا کہاں کہاں خرگوش



# اسلم کی بلی

چھوٹی سی بلی کو میں کرتا ہوں پیار    صاف ہے ستھری ہے بڑی ہے کھلار
گود میں لیتا ہوں تو کیا گرم ہے    گالے کی مانند رواں نرم ہے
میں جو نہ چھیڑوں تو نہ جھلائے وہ    میں نہ ستاؤں تو نہ غرائے وہ
کھینچ کے دم اب نہ ستاؤں گا میں    گھر میں سے باھر نہ بھگاؤں گا میں
اب نہ ڈرے گی وہ مری مار سے    کھیلیں گے ہم دونوں بہت پیار سے
صحن میں گھر میں کبھی میدان میں    کھیلیں گے در میں کبھی دالان میں
دم کو ہلا میرے پڑے گی وہ پاؤں    بولے گی پھر پیار سے یوں میاؤں میاؤں
دوں گا اسے گیند میں جب آن کر    جھپٹے گی وہ اس کو چوھا جان کر
تاک لگائے گی، دبوچے گی خوب    مار نہٹے اسے نوچے گی خوب

ہم نے بڑے پیار سے پالا اسے
کہتے ہیں سب چوھوں کی خالا اسے



# اسمٰعیل میرٹھی

(۱۸۴۴—۱۹۱۷)

۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد محمد حسین آزاد اور الطاف حسین حالی نے یہ محسوس کیا کہ زمانہ بہت تیزی سے بدل رہا ہے - زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے - لہٰذا اردو شاعری کا مزاج بھی بدلنا لازمی ہے - اور اسی خیال کے پیش نظر ان دونوں شاعروں نے نیچرل قسم کی نظمیں لکھنے کی بنیاد ڈالی -

آزاد اور حالی کی اس تحریک سے متاثر ہونے والوں میں مولوی اسمٰعیل میرٹھی بھی تھے - اگرچہ انہوں نے بڑی عمر والوں کے لئے بھی نظمیں لکھیں، لیکن ان کی تمام تر توجہ بچوں کی شاعری کی طرف رہی - وہ اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھے کہ بچوں کی طرح ان کے ادب کی بھی بہت بڑی اہمیت ہے - لہٰذا اس بدلتے ہوئے ماحول میں اسمٰعیل میرٹھی نے جو بھی نظمیں لکھیں، وہ بچوں کے ادب کا بہت بڑا سرمایہ ہیں -

اسمٰعیل میرٹھی کی خوبی یہ ہے کہ وہ مختلف عمر کے بچوں کے لئے نظمیں لکھ گئے ہیں - ان سے وہ بچہ بھی لطف اٹھا سکتا ہے، جو تھوڑا بہت پڑھنے کے قابل ہو جائے - اور ایسے بچے بھی انہیں شوق سے پڑھ سکتے ہیں، جو اونچے درجوں میں پہنچ گئے ہوں -

اسمٰعیل میرٹھی نے اپنی نظموں کے لئے ایسے موضوع چنے ہیں، جن سے بچے اچھی طرح واقف ہیں اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ ایسی نظموں میں "ہماری گائے" "اسلم کی بلی" "اونٹ" "جگنو اور بچہ" وغیرہ ہیں۔

ان کی نظموں کا انداز بیان بہت ہی سادہ اور آسان ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، جنہیں بچے بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں۔ ان نظموں میں غضب کی روانی پائی جاتی ہے۔ یہ بے حد دلچسپ ہوتی ہیں۔

بچوں کے ادب میں اسمٰعیل میرٹھی کا بہت اونچا مقام ہے۔ وہ صحیح معنوں میں اردو کے پہلے شاعر تھے، جس نے اپنی تمام زندگی بچوں کے لئے نظمیں لکھنے میں گزار دی۔

اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں کو بچے ستر سال پہلے بھی نہایت شوق سے پڑھتے تھے، اور آج بھی اسی رغبت سے پڑھتے ہیں۔



اشاعت دوم ۱۹۷۳ء
قیمت : دو روپے

ناشر :
نیشنل بُک فاؤنڈیشن
کراچی - اسلام آباد - لاہور
طابع :
گولڈن بلاک ورکس - کراچی

# ھوا چلی

ہونے کو آئی صبح تو ٹھنڈی ھوا چلی
کیا دھیمی دھیمی چال سے یہ خوش ادا چلی
لہرا دیا ھے کھیت کو ہلتی ہیں بالیاں
پودے بھی جھومتے ہیں لچکتی ہیں ڈالیاں
پھلواریوں میں تازہ شگوفے کھلا چلی
سویا ھوا تھا سبزہ اسے تو جگا چلی
سر سبز ھوں درخت نہ باغوں میں تجھ بغیر
تیرے ھی دم قدم سے ھے بھاتی چمن کی سیر
پڑ جائے اس جہاں میں ھوا کی اگر کمی
چوپایہ کوئی زندہ بچے اور نہ آدمی
چڑیوں کو یہ اڑان کی طاقت کہاں رہے
پھر کائیں کائیں ھو، نہ غٹرغوں نہ چہچہے
بندوں کو چاھئے کہ کریں بندگی ادا
اس کی کہ جس کے حکم سے چلتی ہے یہ سدا